خیر مقدم

بہ سلسلۂ تشریف آوری

عالی مرتبت شیخ انس یوسف الیسین سفیر مملکت عربیہ سعودیہ

و

عالی مرتبت اُستاد محمود الشوفی سفیر جمہوریہ شام

سپاسنامہ و پیغام

بتقریب تاسیس عمارت مدرسۂ ثانویہ

مؤرخہ ۷ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۷۲ء یوم شنبہ

منجانب

ارکان ندوۃ العلماء لکھنؤ

اُردو ترجمہ از عربی

سپاسنامہ

بتقریب تشریف آوری عالی مرتبت جناب شیخ انس یوسف یٰسین

سفیر مملکت سعودیہ عربیہ

بتاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۷۲ء یوم شنبہ

مِنجانب

ارکان ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز مہمان و عالی مرتبت سفیر!

یہ پُرمسرت اور دلآویز تقریب ان تمام رسمی تقریبات سے بہت مختلف، بہت ممتاز اور بہت بالاتر ہے جو عموماً ایک ہی طرح کی ہوا کرتی ہیں، جن میں استقبال و خوش آمدید اور عزت افزائی و پذیرائی کی تقریباً ایک ہی زبان اور ایک ہی پیرایۂ بیان کافی سمجھا جاتا ہے اور ان کے مقاصد بھی اکثر محدود اور یکساں ہوتے ہیں، یہ ہمارے ایک ایسے معزز و قابل احترام مہمان کا استقبال ہے جن کے تعارف کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ ان کا تعلق ایک مسلمان عرب ملک سے ہے اس لئے کہ ان کی نسبت ایک ایسے ملک اور ایسی سرزمین سے ہے جس کو ہم پورے عالم اسلام کا روحانی پایہ تخت کہہ سکتے ہیں، وہ ایک ایسی اسلامی مملکت کے نمائندہ بن کر یہاں آئے ہیں جس کے سر پر حرمین شریفین کی خدمت و حفاظت کا تاج ہے اور جس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی اور جگہ نہیں

اور جس کے متعلق حفیظ جالندھری نے کچھ بیجا نہیں کہا:

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

اس لحاظ سے (ممالک اسلامیہ اور ان کے محترم سفراء کی شان میں کسی گستاخی کے بغیر) ان کی یہ سفارت ان کے لئے بھی باعث عزت ہے اور ہمارے لئے بھی زیادہ واجب الاحترام ہے،

آپ حضرات مجھے معاف فرمائیں، اگر ایک مسلمان کے نازک جذبات و احساسات اس موقع پر اپنا کام کرنے لگتے ہیں اور زبان شوق دل کی ترجمان بن جاتی ہے تو یہ سب اسی روح پرور تقریب کا کرشمہ، محبت کا فیض اور احسان شناسی و شکر گزاری کا ادنیٰ خراج ہے جس کی باج گذار اور جس کے احسانات سے گراں بار بلکہ مالا مال ہر مسلم قوم اور مسلم ملت ہے خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں آباد ہو اور کوئی زبان بولتی ہو،

شاعر نے شاید کسی ایسے ہی کیف آور موقع کے لئے کہا تھا:

باز گو از نجد و از یارانِ نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

گرامی مرتبت سفیر مملکت عربیہ سعودیہ!

آپ جس دار العلوم میں اس وقت تشریف فرما ہیں اور جس کے تمام

طلباء اور علماء اس وقت آپ کے لئے سراپا اشتیاق اور گوش بر آواز ہیں، وہ "علم برائے علم" یا "ادب برائے ادب" کے لئے قائم نہیں کیا گیا ہے، وہ نہ قدیم کا پرستار ہے اور نہ تجدد کا شکار، اور نہ خود اپنے معلومات کا اسیر و گرفتار ہے، وہ دین و دنیا، جسم و روح اور عقل و قلب کی ہم آہنگی کا قائل ہے، اس کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ ایک طرف وہ پختہ دین ہونا چاہئے جس کی بنیاد حقائق ابدی پر ہے اور جس کو کبھی زوال نہیں، اور ایک طرف وہ رواں دواں اور زندہ علم جس کو کسی منزل پر قرار نہیں؛ اس میں عقائد کے معاملہ میں فولاد کی سختی ہو اور جدید و مفید علوم کے معاملہ میں ریشم کی سی نرمی، اس کے نزدیک آئیڈیل عالم دین وہ ہے جو ایمان و عقیدہ اور عبادت و روحانیت میں پہاڑ کی طرح سخت و مضبوط ہو اور اپنے علم و مطالعہ اور روشن ضمیری میں چشمۂ صافی کی طرح شیریں اور رواں ہو، دین کے نصوص و مسلمات کے معاملہ میں قابل اعتماد، محافظ اور پاسبان و نگہبان ہو، لیکن تفہیم و دعوت کے میدان میں ہر ساز و سامان سے لیس، اور جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح ہو، اول الذکر کے معاملہ میں اس کے دل میں نرمی کا کوئی گوشہ نہ ہو اور آخر الذکر میں اس پر جمود کا کوئی سایہ اور بے خبری کا کوئی الزام نہ ہو۔

ندوۃ العلماء کو اس بات پر مسرت اور فخر ہے کہ اس نے اس

مسلک پر ثابت قدم رہنے کی کوشش کی، اور اس کے علمی و دینی سفر کے مختلف مراحل میں ایسے باصلاحیت اور روشن ضمیر افراد برابر پیدا ہوتے رہے جو اپنی تعداد کی کمی کے باوجود اس طرز میں کامیاب اور دین و دنیا کی اس جامعیت کا بہترین نمونہ تھے۔

اگر اس عظیم تعلیمی و اصلاحی تجربہ کے لئے (جس میں ندوۃ العلماء کو بہت سے دوسرے مدارس پر سبقت و اوّلیت حاصل ہے) وہ ضروری وسائل و ذرائع مہیا ہو سکتے۔ جو اس انقلاب فکر و عمل کے لئے ناگزیر تھے، اس کو ان وسائل سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا، عالم اسلامی کا ضمیر اس کی آواز پر لبیک کہتا تو آج اس کی خدمت کا دائرہ اور وسیع ہوتا، تعلیم و تربیت، فکری رہنمائی و قیادت، اور مغربی تہذیب کے افکار و خیالات کی تردید میں اس کا حصہ کہیں زیادہ ہوتا اور اس کا ثمردار درخت خوب برگ و بار لاتا اور اس کے ثمرات سے پوری ملت فائدہ اٹھاتی

لیکن کوتاہی اور بے بضاعتی کے احساس و اعتراف کے باوجود (جو زمانہ کے انقلاب انگیز تقاضوں اور زبردست مطالبات کے سامنے اور زیادہ بڑھ جاتا ہے) ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس راستہ پر لگایا ہے جو بہرحال منزل تک لے جاتا ہے۔

عالی قدر مہمان!

یہ جادۂ حق و صداقت اور پیمانِ محبت وہ بیش بہا نعمت اور لازوال دولت ہے جو ان ہزار فتوحات اور ظاہری ترقیات سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے جو اس راستہ سے ہٹانے والی اور راہ کھوٹی کرنے والی ہوں، یا اس نعمت کے حساب پر حاصل ہوں، یہ وہ پیمانہ اور میزان ہے جس پر ہمارے نزدیک سود و زیاں، کامیابی و ناکامی اور فتح و شکست کا انحصار ہے۔

ہماری یہ حقیر کوششیں جو اکثر جناب کے علم میں آتی رہتی ہیں، اور جن کو پاسبان حرم اور فرماں روائے مملکت نجد و حجاز کا اعتماد بھی حاصل ہے اسی رجحان کی آئینہ دار ہیں

ایک ایسی نسل تیار کرنے کی کوشش جو ذمہ دار، فرض شناس، اور قیادت کی اہل ہو نیز ہماری یہ عربی صحافت (اور "البعث الاسلامی" و "الرائد"، کے صفحات) جس کے نمونے آپ کی نگاہ سے گزرتے رہتے ہیں، تحقیق و مطالعہ اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ، ایسے علمی لٹریچر کی تیاری جو قلب و روح دونوں کو غذا پہنچا سکے، فکر و وجدان کو جلا بخشے اور ممالک اسلامیہ میں ذہنی انقلاب کی راہ ہموار کر سکے، وسیع و عمیق علم، طاقتور ایمان، صحیح عقائد و کتاب و سنت کی پیروی کی یہ دعوت، نیز عربی زبان و ادب

کی طرف خصوصی توجہ اور اس کو اپنی مادری زبان اور سرکاری زبان پر ترجیح دینے کا جذبہ (جس کے مادی و سیاسی نقصانات بھی ہم کو اٹھانے پڑ رہے ہیں) صرف ایک غرض سے ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح اس چیلنج کا مقابلہ کیا جا سکے جس کا آج عالم عربی کو خاص طور پر اور عالم اسلام کو عام طور پر سامنا ہے، اور کفر و الحاد کی ان طوفانی موجوں پر کچھ روک لگائی جا سکے جنھوں نے نئی نسل کے ایمان و عقیدہ کو متزلزل کر دیا ہے اور قریب ہے کہ اس فصیل یا حصار کو پوری طرح مسمار اور تہہ آب کر دیں۔

مسلمان جزیرۃ العرب کو جس نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ اس نگاہ سے بہت مختلف ہے جس سے وہ دوسرے اسلامی ممالک کو دیکھتے ہیں، باوجودیکہ ان کی طاقت، تعداد، اور وسائل بہت زیادہ ہیں، وہ اپنے پڑوسی پاکستان کو بھی (جس سے ان کا خون اور گوشت پوست کا تعلق ہے اور جو تقسیم سے پہلے ایک خاندان شمار ہوتا تھا) اس نظر سے ہرگز نہیں دیکھتے جس عقیدت و محبت کی نظر سے وہ حجاز کو دیکھتے ہیں، لیکن یہ ملامت و سرزنش کا نہیں، تحسین و آفرین کا موقع ہے۔ اس پر حیرت نہ ہونی چاہیئے بلکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو حیرت کی بات تھی، اس لئے کہ قلب و روح اور ایمان و عقیدہ کا رشتہ جسم و جان کے رشتہ سے زیادہ طاقتور اور وطن اور رنگ و نسل کے رشتہ سے زیادہ اہم اور پائدار ہے،

اخوت اسلامی، اغراض و مفادات کی اخوت یا ظلم و سفاکی کی وحدت سے زیادہ لائقِ عزت اور قابلِ احترام ہے

جزیرۃ العرب مسلمانوں کی نظر میں سلامتی و حفاظت اور امن و اطمینان کا ایک ایسا جزیرہ ہے جو انسانیت کے اس پورے سفینہ کو (صرف سفینۂ حجاج کو نہیں) اس متلاطم سمندر کی غضب ناک موجوں سے بچا سکتا ہے جہاں ظلمت ضلالت کا دور دورہ ہے اور جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:-

كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ
مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ
إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ
لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ (النور)

وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے ہیں، کہ اس کو بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہے، اس لہر کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل ہے، غرض اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ اگر کوئی ایسی حالت میں اپنا ہاتھ نکالے اور دیکھنا چاہے تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نورِ ہدایت نہ دے اس کو کہیں سے بھی نور نہیں میسر ہو سکتا (تھانویؒ)

مملکت سعودیہ کا شمار پٹرول برآمد کرنے والے ملکوں میں کیا جاتا ہے

یہ بات یقیناً صحیح ہے لیکن اس سے زیادہ سچی اور پکی بات یہ ہے کہ وہ ایمان برآمد کرنے والا ملک ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کی دینی نگرانی اور دینی احتساب اس کے ذمہ ہے۔

ایمان کی آبیاری اور ہدایت کی ساقی گری اس نے اس وقت کی جب اس کی زمین نے کوئی خزانہ نہیں اگلا تھا، بلکہ جب اس کی سرزمین نہ صرف زرِ سیال سے بلکہ پانی سے بھی بڑی حد تک محروم تھی اور اس کا بڑا رقبہ خشک اور بنجر تھا لیکن اس کے پاس ایک ایسا چشمۂ حیوان اور آبِ حیات تھا۔ جس نے دیکھتے دیکھتے دنیا کا نقشہ بدل دیا اور طویل صدیوں تک اس ملک نے انسانیت کی قیادت کی۔

آج بھی اگر مظلوم و بے زبان انسانیت (جو مادیت کی بھاری زنجیروں میں جکڑی ہوئی اور طوق و سلاسل میں دبی ہوئی ہے) کسی قدر ہوش میں آ جائے، اس کا ذہن صحیح طریقہ پر کام کرنے لگے اور اس کو ایک لمحہ کے لئے ان ظالم پرستوں سے رہائی نصیب ہو جو زبردستی اس کی قسمت کے مالک بن بیٹھے ہیں، تو وہ زبانِ حال سے یہ کہے گی کہ وہ ایمان کی اس سے کم پیاسی نہیں جتنی قحط زدہ خشک زمین پانی کی ایک ایک بوند کی پیاسی ہوتی ہے، وہ وسائل و ذرائع کی کثرت، بدلتے ہوئے سامانِ راحت اور مصنوعات و ایجادات سے اکتا چکی اور بیزار ہو چکی ہے، تفریح کے مشغلے

اب اس کے دل کو کوئی سکون نہیں پہونچاتے، یہ تو وہ سودا ہے جس سے اس کے بازار پہلے ہی سے پٹے پڑے ہیں۔ وہ اتنا عام و ارزاں ہے کہ اہلِ مغرب کی نگاہ میں اس کی ادنیٰ قیمت نہیں، اس کی شفا اس زرِ سیال میں نہیں آبِ زمزم میں ہے یا محبت کے آنسو اور خونِ جگر میں ہے اس کی اصل دوا وہ ایمان ہے جو دلوں کو اطمینان سے ہمکنار کرے، صالح مقاصد عطا کرے، سیدھے راستہ پر ڈال دے، اور مختصر یہ ہے کہ زندگی کی وہ چول درست کر دے جس کے ہٹ جانے اور کھسک جانے سے یہ سارا فساد برپا ہے، اگر اس کو تھوڑی دیر کے لئے زبان مل جائے تو وہ یہ کہے گی کہ اس ایمانی دولت کا ایک ذرہ ہم کو دے دو اور یہ سارے ذرائع و وسائل اور راحت و آسائش کے سامان لے لو،

یہ وہ مقام بلند ہے جو ممالک اسلامیہ کی برادری میں کسی اور کو حاصل نہیں اور کوئی مسلم حکومت خواہ وہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور بامِ عروج پر پہنچ جائے اس میں اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔

اس احسان کا تذکرہ اور ممنونیت کے اظہار سے ہم کسی اور کے ساتھ نہیں سب سے زیادہ اپنے ساتھ بھلائی کر رہے ہیں، ہمارے عالی مرتبت مہمان اور مخلص و روشن ضمیر سفیر (جو ارضِ مقدس کی نمائندگی کر رہے ہیں) اس کی ذمہ داریاں، اس کے مقام عظیم، اس کے وسیع تر امکانات اور ممکنہ

اقدامات سے بخوبی آگاہ ہیں، اس لئے نہ نصیحت وتلقین کا کوئی موقع ہے نہ ضرورت، لیکن اس لحاظ سے کہ ہم جناب کو محض ایک رسمی سفیر یا ترجمان سے کچھ بڑھ کر سمجھتے ہیں اور اس تقریب کو بھی محض روایتی اور رسمی تقریب ماننے پر تیار نہیں، ہم اپنا دل کھول کر آپ کے سامنے رکھ دینا چاہتے ہیں، اگر اس کے لئے آدابِ سیاسی سے ہمیں کچھ ہٹنا پڑتا ہے تو اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں!

ہم بغیر کسی تکلف کے آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ملت ابراہیمی اور ملت محمدیؐ آج بھی آپ کی بڑی ممنون واحسان مند ہے وہ آج بھی کسی کی چشم وابرو کی منتظر ہے اور بھٹکے ہوئے آہو، پھر سوئے حرم چلنے کے لئے تیار ہیں۔

وہ حرمین شریفین کی قیادت کے سوا کوئی اور قیادت اور رسول عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی اطاعت قبول کرنے پر تیار نہیں، اپنی ساری کمزوریوں، اجتماعی بیماریوں اور تفرقہ وانتشار کے باوجود حرم کعبہ سے بلند ہونے والی دعوتِ حق اور مسجد نبویؐ کی دلنواز اذان اس کے لئے اب بھی سب سے زیادہ پرکشش اور ہر چیز سے زیادہ اثر انداز ہے۔

یہ ملت یا امت آپ سے بجا طور پر یہ توقع کرتی ہے کہ آپ

اس اہم فریضہ اور اسلام کے اس ابدی پیغام کے لئے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عزت ومقبولیت عطا فرمائی ہے اور پوری دُنیا میں اتنا بلند و باعزت مقام عطا کیا ہے اپنی کوششیں برابر جاری رکھیں گے ہم ہر حالت اور حیثیت میں آپ کے ساتھ ہیں اور انشاء اللہ کسی وقت آپ کی حمایت ترک نہ کریں گے۔ واللہ لایضیع اجر العاملین۔

معزز مہمان!

ہم نے آپ کو بہت زحمت دی، ممالک عربیہ کے اہم مسائل کی عقدہ کشائی، سعیِ مسلسل اور دونوں ملکوں کے مسلم عوام میں بہترین برادرانہ دوستانہ تعلقات کے قیام، نیز دونوں حکومتوں میں سیاسی، معاشی اور اجتماعی مسائل میں ہم آہنگی واشتراک کی کوششیں جو آپ کر رہے ہیں اس میں یہ زحمت فرمائی آپ کی خاص عنایت اور دلچسپی وتعلق کی علامت ہے۔

آپ کی سفارتی سرگرمیوں، ہندوستانی مسلمانوں کے لئے آپ کی بہترین خواہشات اور تمناؤں اور ان کے مسائل سے آپ کی دلچسپی کو دیکھ کر ہمیں یہ کہنے کا حوصلہ ہے کہ مستقبل قریب میں یہ تعلقات انشاء اللہ اور استوار ہوں گے اور اس ملک کے اداروں، جماعتوں اور مدارس سے

آپ کی وابستگی سرکاری سے زیادہ برادرانہ ہوگی جس طرح خاندان کا ایک فرد اور گھر کا ایک ممبر ایک دوسرے کے ساتھ رکھتا ہے۔

یہ نازک موڑ جس سے عالم اسلامی گزر رہا ہے بہت اہم اور دُور رس نتائج پیدا کرسکتا ہے، اس موقع پر مملکت سعودیہ کی ذمہ داری اپنی تاریخی، جغرافیائی اور دینی اہمیت و مرکزیت کے پیشِ نظر دوسروں سے دوچند ہے، ایسی گھڑی میں ادائیگی فرض سے کسی قسم کی پہلوتہی یا ایسے کاموں میں مشغولیت جو اس معیار کے منافی اور اصل مسئلہ سے غیر متعلق ہوں خدانخواستہ ایک نئے المیہ کی راہ ہموار کرسکتی ہے۔

ہمیں سربراہ مملکت اور ارباب حل وعقد کے خلوص و ذہانت ان کی حمیت دینی اور حوصلہ مندی، ان کے بہترین وسائل، ان کی نیک نامی و شہرت اور سنجیدگی و معقولیت، نیز ان کی شخصیت و روحانی مرکزیت اور مملکت کے تخت و سلطنت سے زیادہ دلوں پر حکمرانی و فرماں روائی کی دولت و صلاحیت سے اُمید ہے کہ وہ نہ صرف اس خطرہ کا اہلیت و کامیابی کے ساتھ مقابلہ کریں گے بلکہ خدا کی مدد سے گزشتہ نقصانات کی تلافی بھی کرسکیں گے، آخر میں ہم اس بات کے شکر گزار ہیں کہ جناب نے ہماری دعوت قبول کی اور بچشم خود ہمارا دار العلوم دیکھنے کی زحمت فرمائی، ہماری دعا ہے کہ اس طرح کے مواقع بار بار اور جلد آئیں، یہ ملاقاتیں

برگ و بار لائیں، اور ان کے ثمرات ملت اسلام کے حق میں اچھے ظاہر ہوں۔

آخر میں ہم سب لوگ، اس اسلامی خاندان کے تمام افراد، دار العلوم کے سب ذمہ دار اور اساتذہ صمیم قلب سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ از عربی

سپاسنامہ

بتقریب تشریف آوری عالی مرتبت جناب الاستاذ محمود الشوفی

سفیر جمہوریہ شام (سیریا)

بتاریخ ۷؍ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۲؍ اپریل سنہ ۱۹۷۲ء یوم شنبہ

منجانب

ارکان ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ)

بسم الله الرحمن الرحيم

ہمارے لئے بڑی مسرت کا مقام ہے کہ ہم اس مبارک موقع پر اپنے معزز مہمان، شام کے لائق فرزند، ہندوستان میں جمہوریہ عربیہ سوریہ کے محترم سفیر ہز ایکسلنسی حمود شوقی کو عقیدت و محبت کا سلام پیش کر رہے ہیں، وہ ملک شام جس سے عالم اسلام حرمین شریفین کے بعد دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ مانوس ہے، اور سب سے زیادہ تعلق رکھتا ہے، اور جس کے کارناموں اور شجاعت و شہامت کی داستانوں کی معطر یادوں میں ہم نے اپنی زندگی کے بہترین اوقات گزارے ہیں، چنانچہ ہمارے بچپن میں واقدی کی "فتوح الشام" اور اس کے منثور اور منظوم ترجمے "شاہنامہ اسلام" کی حیثیت سے محفلوں اور تعلیم یافتہ مسلم گھرانوں میں پڑھی جاتی تھی، ہم اپنی کم سنی کی وجہ سے نہ اس کا مفہوم سمجھتے تھے، نہ اس کی روح سے آشنا تھے، پھر بھی اس کی عطر بیز ایمانی خوشبو ضرور محسوس کرتے تھے، جو دلوں کو گدگداتی اور حمیت و غیرت اسلامی کے پہلو میں چٹکیاں لیتی، ہم ان قصوں میں ایسے ڈوب جاتے تھے کہ لگتا تھا جیسے ہم خود بھی ان کے کردار رہے، اور رنج و غم، اور مسرت و شادمانی میں شریک، کبھی رنج و غم

ہمارے دلوں کو خون کے آنسو رُلاتے، کبھی شوق و محبت کے نرم و نازک بازو ہمارے ننھے منے دلوں کو اپنی آغوش میں لے لیتے، اور اس طرح گویا ہم محبت و الفت، دوستی و وفاداری، طہارت و لطافت اور حُسن و جمال کی ایک اور ہی دنیا میں پہونچ جاتے

سفیرِ محترم!

آپ اس ملک میں جو یہ علم کی مجلسیں، ذکر کی محفلیں اور درس کے حلقے دیکھ رہے ہیں، خصوصاً اس ادارہ میں عربی زبان کی خصوصی توجہ، اس سے شغف، عربی بولنے والوں سے محبت و تعلق، اور قدیم و جدید کے درمیان ایک مضبوط پُل کی تعمیر کے لئے خاموش مگر پیہم کوشش اور ایسے متوازن اور جامع افراد کی تیاری کے لئے مسلسل جد و جہد ملاحظہ فرما رہے ہیں جو زمانہ کے چیلنج کا لیاقت اور عقل و بصیرت کے ساتھ مقابلہ کر سکیں، یہ سب آپ ہی کے اسلاف کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ اور انھیں لوگوں کی قربانیوں اور جانفشانیوں کا ثمرہ ہے، کیونکہ آپ کا ملک زمانہ قدیم ہی سے ابن صلاح، امام ذہبی، اور مزّی جیسے محدثین و علماء رجال ابن خلکان ابن عساکر، ابن کثیر اور ابو الفداء جیسے مؤرخین، امام نووی، ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے ائمۂ اسلام اور خواجہ ابراہیم ادہم، سلطان بایزید بسطامی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی جیسے صوفیائے کرام سے درخشاں اور تاباں رہا ہے، اور اگر ہم ان سب کو فراموش کر دیں جب بھی اسلام کے اس شیر کو ہرگز فراموش نہیں

کر سکتے جو آپ ہی کے ایک شہر "دمشق" میں محوِ خوابِ استراحت ہے، جس کی شجاعت سے مغرب کا دل دہل گیا تھا، ساتھ ہی اس نے اپنی انسانیت شرافت اور رحم دلی سے لوگوں کا دل جیت لیا تھا، یہ سلطان صلاح الدین ایوبی تھے،

یہ چند نام جن کا یہاں سرسری طور پر تذکرہ کیا گیا، تاریخ میں روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں، پوری دنیا نے ان کے فضل و کمال کا لوہا مانا، اور ان کے نقوش قدم کو سب نے دلیل راہ بنایا ہے۔

ہمارے معزز مہمان!

اس ادارہ میں آپ کی تشریف آوری نے ہماری محبوب بھولی بسری یادوں کو تازہ کر دیا، دبی ہوئی آرزوؤں کو اُبھار دیا، بجھی ہوئی آتشِ شوق کو بھڑکا دیا، اور اخوت کے جذبات کو متحرک کر دیا ہے، جن پر ایک عرصہ سے گرد کی تہہ جمی ہوئی تھی اور گہرا اُکھر چھایا ہوا تھا اور آج ہم اس دیرینہ تعلق کو تازہ اور استوار کرنے کے آرزومند ہیں جس میں دونوں ملکوں کا بھلا، اور علم و فن، حکمت و دانش اور دین و ایمان کا فائدہ ہے۔

معزز سفیر!

بحر ہند کے سواحل پر ایک قوم آباد ہے، تعداد میں بڑی جذبات میں پختہ، اور محبت و مروت کا پُتلا، جب مؤذن کی صدا اس کے کانوں میں

پہونچتی ہے، تو اسے بے اختیار آپ کی یاد آتی ہے، وہ اذان سنتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال حبشیؓ کو یاد کرتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ ملک شام کو بھی یاد کرتے ہیں جسے انھوں نے اپنے مسکن اور آخری آرام گاہ کی حیثیت سے انتخاب کیا، جب وہ حدیث و فقہ کے درس و مطالعہ میں مشغول ہوتے ہیں اور حدیث و فقہ میں مشغول رہنے والوں کی تعداد آج بھی معمولی نہیں ہے، اس وقت بھی ان کے دلوں میں آپ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جب وہ صحابۂ کرام، قرائے قرآن، رواۃ حدیث، اور فقہائے امت کے اسمائے گرامی سنتے ہیں جب معاذ بن جبل، ابو درداء، سعد بن عبادہ، اور ابی بن کعب کے مبارک نام ان کے کانوں میں پڑتے ہیں تو بے اختیار ان کا ذہن آپ کے اس خوش قسمت ملک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جہاں یہ سب حضرات محو استراحت ہیں، اور جس کو ان کے مسکن و مدفن بننے کا شرف حاصل ہے۔

آپ کی یاد کو تازہ کرنے والی ایک اور شخصیت بھی ہے، بڑی عظیم، بڑی بلند، بڑی محبوب، وہ بے نظیر و بے بدل شخصیت جو پہلی صدی ہجری کے اخیر میں بے سان و گمان، اور خلاف توقع ظہور پذیر ہوئی، اور یہ دمشق کے افق سے ایسی روشنی پھوٹی جس سے پوری دنیا روشن ہوگئی، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شخصیت تھی جو بجلی کی طرح چمکی اور مستور ہوگئی ع

خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود

معزز مہمان!

آپ کی سرزمین اگر ان کے علاوہ کوئی اور شخصیت نہ پیدا کرتی جب بھی اس کی عزت و افتخار کے لئے یہی ایک شخصیت کافی ہوتی۔

جناب والا!

آپ یہاں اس ملک کی نمائندگی کر رہے ہیں جسے قدیم زمانہ میں "شام" کہا جاتا تھا، اس کی زندگی صرف اپنی ذات کے لئے، اپنے مصالح کے لئے، اور اپنی خواہشات کے لئے نہیں تھی، بلکہ وہ پوری انسانیت کے لئے جیتا اور مرتا تھا، یہی وجہ تھی کہ مفتوح قوموں نے بھی اس سے محبت کی، اور لٹی پٹی اور غموں کی ماری دنیا اس طرح اس کی گود میں آگری، جیسے خوفزدہ چھوٹا بچہ اپنے والدین کی گود میں پناہ لیتا ہے، اور دنیا کی سب سے بڑی سلطنت قائم ہوگئی، جو اقوام و ملل کی رہنمائی کے منصب رفیع پر فائز تھی، پس ہم آپ کی ذات گرامی کے توسط سے آپ کے عظیم ملک کو اپنی احسان مندی اور شکر گزاری کا تحفہ بھیجتے ہیں، اور اس فرض اور قرض سے سبکدوش ہوتے ہیں، جو صدیوں سے ہمارے ذمہ چلا آرہا ہے۔

تمام مسلمان اس قدیم مسلم ملک کی جانب سے ایسے اقدام کے

اب بھی منتظر ہیں جو زمانہ کا رُخ بدل دے، حالات کے دھارے کو موڑ دے، اور اس کی پُرانی شہرت اور عزت و شرف کی تاریخ میں ایک نئے اور روشن باب کا اضافہ کر دے۔ اس موقع پر ہم آپ کے سفارتخانہ، اور آپ کی باوقار شخصیت کے واسطے سے آپ کی قوم کے ضمیر تک اپنی یہ آواز پہنچانا چاہتے ہیں،

آپ کو خوب معلوم ہے کہ آپ کے ملک میں حکومت قائم ہوئے ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ اس کی قلمرو میں لوگوں نے عظیم تبدیلی محسوس کر لی اور اس کا اخلاقی نقش دل و دماغ پر بیٹھ گیا تاریخ کا بیان ہے کہ یزید بن عبد الملک کے کارندے خراج وصول کرنے کے لئے رخج، اور سجستان گئے تو وہاں کے حاکم زنبیل نے پوچھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پیٹ پچکے ہوئے تھے، اور جن کی پیشانی پر سجدوں کے نشانات تھے، کارندوں نے جواب دیا وہ نسل ختم ہو گئی، تو اس نے کہا اگرچہ تم لوگ جسمانی اعتبار سے ان سے زیادہ شاندار ہو مگر وہ تم سے زیادہ مضبوط، اور تم سے زیادہ سچے اور عہد کے پکے تھے، اس کے بعد اس نے نہ تو بنو امیہ کے عاملوں کو خراج دیا، نہ ابو مسلم خراسانی کے عاملوں کو

مہمان محترم!

ہمارا شہر لکھنؤ ایک قدیم علمی و تہذیبی تاریخ رکھتا ہے جن پر

اس کو بجا طور پر ناز ہے، یہ جب ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کا ایسا مرکز نہیں بنا تھا، جو دار السلطنت دہلی سے آنکھ ملا سکے، اسوقت بھی یہ بڑے بڑے علماء کا مسکن، اور ان کی علمی و تدریسی سرگرمیوں کا میدان تھا، نویں صدی ہجری میں اس کے بعض علماء اور اساتذہ نے عالمگیر شہرت حاصل کی تھی اور علمائے حرمین سے اپنے علم و تبحّر کا لوہا منوا لیا تھا، ان علماء میں علامہ محمد بن ابی البقاء الکرمانی (متوفی سنہ [illegible]ھ) جو لکھنؤ ہی کی سرزمین میں آسودۂ خاک ہیں، خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کو علمائے حرمین نے ان کے غیر معمولی علم کی وجہ سے اعظم ثانی کا خطاب دیا تھا، اسی طرح علامہ قوام الدین عباسیؒ بڑی اہم علمی و دینی شخصیت کے حامل تھے، انھوں نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے اور گیارہویں صدی ہجری سے تو لکھنؤ ہندوستان کا اہم علمی و تعلیمی مرکز بن گیا، یہاں شاہ پیر محمد صاحب لکھنویؒ (متوفی سنہ ۱۰۸۵ھ) کا مدرسہ جو ٹیلہ کی مسجد اور اس کے اطراف میں قائم تھا، ایک عظیم دار العلوم اور جامعہ کی حیثیت رکھتا تھا جس سے نامی گرامی علماء فارغ ہو کر نکلے، پھر استاذ العلماء ملا نظام الدین سہالوی (متوفی سنہ ۱۱۶۱ھ) کے علم و درس کا سکہ تو ہندوستان سے ایران و ترکستان تک جاری ہوا، اور ان کے ترتیب دیئے ہوئے نصاب نے بلادِ عجم میں رواج پایا اور اس نصاب کی بعض کتابوں نے

تو مصر و شام میں بھی مقبولیت حاصل کی، اور وہ علماء کا مرکز توجہ بنی، پھر ان کا خاندان اور فرنگی محل کا مدرسہ مسلسل جید علماء اور مرجع خلائق اساتذہ پیدا کرتا رہا، جن میں ملک العلماء مولانا عبد العلیؒ (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے بحر العلوم کے لقب سے عالمگیر شہرت حاصل کی، اس سلسلۃ الذہب کی ایک طلائی کڑی فخر المتاخرین مولانا عبد الحی فرنگی محلیؒ (متوفی ۱۳۰۴ھ) کی ذات ہے، جو ایک سو دس کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں چھیاسی کتابیں عربی زبان میں ہیں۔ ہمارے شہر لکھنؤ کو مدرسہ فرقانیہ کے وجود پر بھی فخر ہے، جو مشہور عارف مولانا عین القضاۃ صاحبؒ (متوفی ۱۳۴۳ھ) نے ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۶ء کے آس پاس) قائم کیا تھا، اس سے سیکڑوں کی تعداد میں حفاظ و قراء فارغ ہو کر نکلے اور ہندوستان سے لے کر افغانستان و ترکستان تک پھیل گئے اور قرآن مجید کی حفظ و تجوید کی وہ خدمت کی، جس کی نظیر دوسرے ممالک میں ملنا مشکل ہے۔

جناب عالی!

گفتگو خاصی طویل ہو گئی، لیکن گفتگو کی لذت، موقع کی مناسبت اور آپ کے کرم و توجہ ہی نے طوالت کی ہمت دلائی ہے ع

بحرفے می تواں گفتن تمنائے جہانے را
من از شوق حضوری طول دادم داستانے را

ہم اپنی اور اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی طرف سے اپنے معزز و محترم مہمان کا اور دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کی استواری کے لئے ان کی مساعی جمیلہ کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ اُمید رکھتے ہیں کہ یہ خوشگوار اور یادگار ملاقات آئندہ ملاقات کا پیش خیمہ بنے گی، اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ جہاں کہیں ہوں حق آپ کا رہنما ہو اور توفیق الٰہی شامل حال۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

وارکان مجلس ندوۃ العلماء